عبدالرشید ارشد

اقلیتوں کے لئے لمحہ فکریہ

نام، ایک فرد، ایک قبیلے، ایک امت اور ملت کے تشخص کی علامت تسلیم کیا جاتا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ماضی اس پر شاہد ہے مثلاً لالہ نوبت رائے ادائیگی کے ساتھ ہی ہندو دھرم سے اسکا متعلق ہونا سمجھ میں آنیگا یا کرشن چند وغیرہ، گورجیت سنگھ ہو یا گرمیت کور کا سکھ خاندان سے ہونا ثابت ہو گا اور کم و بیش ۲۵ برس پہلے تک یہی صورت حال ناموں کے حوالے سے مسیحی برادری کی تھی مثلاً برکت مسیح، جان مسیح، ناصر مسیح، الیگزینڈر مسیح وغیرہ ۵۰ کے عشرے کے آخر یا ۶۰ کے عشرے کے آغاز کی بات ہے کہ ورلڈ کونسل آف چرچز نے پاکستان کونسل آف چرچز کی مالی امداد یہ کہہ کر بند کر دی کہ دی جانے والی امداد کے مقابلے میں مسلمان کم تعداد میں مسیحیت قبول کر رہے ہیں یہ کارکردگی غیر تسلی بخش ہے۔ جواباً جو بات کہی گئی اور جسے وزنی تسلیم کرتے ہوئے امداد بحال کر دی گئی یہ تھی کہ مسلمان کو مسیحی بنانے میں وہ فائدہ نہیں ہے جو اس حقیقت میں ہے کہ مسلمان کے دل و دماغ سے مسلمانیت نکال لی جائے۔ ہم کامیابی سے یہی کام کر رہے ہیں۔ بات وزنی قرار دی گئی۔

کونسل کے ایک اجلاس میں دوسرے مقررین کے ساتھ اس دور میں پنجاب یونیورسٹی میں ایجوکیشن ڈیپارٹمینٹ کے مسیحی سربراہ نے "پاکستان میں آئندہ ۲۵ سال میں مسیحی حکومت" کے عنوان سے تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ اگر مسیحی برادری میری معروضات پر عمل کرے تو پچیس سال میں یہاں مسیحی انقلاب لا کر خداوند یسوع کی حکومت قائم کی جا سکتی ہے۔ معروضات کا خلاصہ یہ تھا کہ:

* مسیحی برادری اپنے ناموں سے مسیحی کا لفظ چھوڑ دے اور آئندہ مسلمانوں جیسے نام رکھے جائیں، معاشرے میں نفوذ سہل ہو جائیگا۔
* مسیحی لٹریچر کے نام، کتابچوں کے ٹائٹل مسلمانوں کے لکھے کتابچوں سے مشابہ ہوں کہ مسلمان پڑھنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔

اس پر عمل شروع کرتے ہوئے گوجرانوالہ سیالکوٹ کے، انتہائی فوجی اہمیت کے اضلاع میں تعلیم بالغاں کے نام پر کام شروع کیا گیا، ہندو عورت بیگم ستنام محمود کو گوجرانوالہ مرکز میں بٹھایا گیا۔ منصوبہ بندی کے مطابق مسلمانوں میں قابل قبول لٹریچر تیار کیا گیا اور یوں تعلیم بالغاں اور اس لٹریچر کی بنیاد پر مسیحیت مسلمان گھرانوں میں گھستی چلی گئی جسے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

آج مسلمان اور مسیحی ناموں میں کوئی فرق نہیں ہے، ناصر بھٹی ہو یا رخسانہ نازلی، فرحان صدیقی ہو یا

بقیہ 48 پر